ہندو جو تشیبوں کی جو قدر ہوتی تھی اس کے متعلق برنی کا بیان ہے ——————

"و بنیانیاں کہ از ہمہ دریں علم بیشتر بودند چنداں صدقات از سلطان علاء الدین و از حرم ادمی یافتند کہ ایشاں را ازاں اسباب ہا می شد و در شہر از مسلمانان و ہندواں منجم بسیار بودند"[1]

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ سنسکرت علاء الدین خلجی کے عہد کے آخر تک سکوں پر برابر درج ہوتی رہی۔ حافظ محمود شیرانی نے اپنے مضمون "آٹھویں اور نویں صدی ہجری کی فارسی تالیفات سے اردو زبان کے وجود کا ثبوت" میں بتایا ہے کہ سلمان بادشاہوں نے نہ صرف سکوں میں بلکہ امورِ مالیات اور طرزِ زندگی میں ہندوستانی ماحول کا لحاظ کیا ہے"[2]

خاتمہ | حقیقت یہ ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی کے مذہبی معتقدات کو بہت حد تک غلط سمجھا گیا ہے یہ غلط فہمی برنی کے بیانات سے پیدا ہوئی اور پھر اس طرح سے عام ہوگئی کہ اس کی تردید کرنا بھی مشکل معلوم ہونے لگا۔ برنی کے بعد جن مورخین نے برنی سے استفادہ کیا ہے انھوں نے علاء الدین کی مذہب سے بے تعلقی کی داستان نہایت بلند آہنگی سے بیان کی ہے اس کے برخلاف تمام وہ مورخین جو برنی کے بیانات سے متاثر نہیں ہوتے وہ سلطان کے مذہبی جذبات کی بے حد تعریف کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ ہندوستان کے باہر "مجاہد دین دار" مشہور تھا[3]۔ عصامی اس کی مذہبی دلچسپیوں کی تعریف کرتا ہے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے "مذہبی تقدس" کے باعث عوام میں بے حد مقبول تھا اور لوگ اس کے مزار پر جا کر رسیماں باندھتے تھے عالمگیر کے عہد کا ایک ہندو مورخ سبحن رائے اس کے متعلق لکھتا ہے ——————

[1] تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۶۷۔ [2] اورینٹیل کالج میگزین نومبر ۱۹۲۹ء۔ ص ۳۱ [3] وصاف

"سلطان در ریاضت وطاعت واداے مفروضات ونوافل وصیام وتقدیم مراسم اسلام آنقدر تقید داشت کہ اورا از جنسِ ملائک گفتندے" [1]

سمجھ میں نہیں آتا کہ برنی نے کیوں اس قدر بلند آہنگی سے اس کی مذمت کی ہے۔ یحییٰ۔ تاریخ مبارک شاہی کا مصنف، محمد بن تغلق کے سلسلہ میں، علاء الدین کی مذہب دوستی کا اس طرح ذکر کرتا ہے۔

"دریں ایام تمام سعی وکوشش وجد وجہد سلاطین ماضیہ انار اللہ برہانہم کہ برائے ظہور اسلام وشفقت دین وخصب نعمات وامنِ طریق وآسایش خلق وآرامش ملک وآبادانی ولایت وضبط اقالیم کردہ بودند خصوصاً سلطان علاء الدین خلجی نور اللہ مرقدہٗ آں ہمہ بہ ضعف اسلام وفتور دین وقصور اسباب وفسادِ متمرداں وخوف راہہا ومحنت خلق وشورش ملک واقالیم بدل گشتہ بود وظلم بجائے عدل وکفر بجائے اسلام استحکام یافتہ" [2]

اس تمام گفتگو سے ہمارا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ وہ "اسلام کا نمائندہ" تھا بلکہ صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ اس کی مذہب سے بے تعلقی کی جو داستان زبان زدِ خاص وعام ہے وہ تاریخی شواہد کے خلاف ہے۔

---

[1] خلاصۃ التواریخ [2] تاریخ مبارک شاہی۔ ص ۱۱۳ (کلکتہ)

مکمل لغات القرآن مع فہرست الفاظ جلد سوم

جو ۱۹۴۶ء کی مطبوعات میں سے ہے طبع ہو کر پریس سے آگئی ہے قیمت غیر مجلد چار روپے
۱۹۴۶ء کی دوسری اہم کتاب "ترجمان السنۃ" ارشادات نبوی کا جامع اور مستند ذخیرہ بھی عنقریب طبع ہو کر پریس سے آ رہی ہے۔ قیمت غیر مجلد عـ۱۰، مجلد عـ[illegible]

قرآن اور اس کا تصوّرِ غیب

از مولانا سید ابوالنظر رضوی امروہوی

اس مضمون سے متعلق چند باتیں عرض کرنی ضروری ہیں۔

(۱) فاضل مقالہ نگار نے یہ مقالہ ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب کے مضمون "فلسفہ اور قرآن" سے متاثر ہو کر بظاہر اُس کی تردید میں لکھا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے عام مفسرین کی پیروی میں "غیب" سے مراد وہ٭ اسباب و مسببات ہیں جن سے معاشی انقلابات پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ "غیب" کا لفظ دونوں پر حاوی اور مشتمل ہے اس لیے کسی ایک کا مراد لینا دوسرے کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے ڈاکٹر صاحب کے نزدیک انسانی زندگی کا روحانی اور دینی پہلو زیادہ اہم ہے اور اس کے برخلاف سید صاحب اس فکر میں ہیں کہ وہ ہیگل اور مارکس کے معاشی تصورات کو قرآن مجید کی روشنی میں جانچیں اور یہ دیکھیں کہ دنیا میں معاشی انقلاب پیدا کرنے کے لئے قرآن کس قسم کا نظریۂ حیات پیش کرتا ہے چنانچہ موصوف عرصہ سے ایک کتاب لکھ رہے ہیں جس کا انھوں نے اس مقالہ میں بھی ذکر کیا ہے اس میں ان کی کوشش یہی ہے بہرحال ہم یہ مضمون اس لئے شائع کر رہے ہیں کہ اس سے "غیب" کے لفظ کی معنوی وسعت پر روشنی پڑتی ہے نہ اس لئے کہ اس سے ڈاکٹر صاحب کے مضمون کی تردید ہوتی ہے۔

(۲) سید صاحب نے جس طرح فلسفہ کی تضحیک کی ہے وہ سنجیدہ نگاری کے اصول کے خلاف ہے دنیا میں ہر بڑا انقلاب کسی نہ کسی فلسفہ سے ہی پیدا ہوا ہے اور خود مذہب بھی ایک فلسفۂ حیات ہی ہے۔

ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب نے جو مذہب، فلسفہ، تصوف اور جدید ترین علوم سے بہرۂ وافر رکھتے ہیں "فلسفہ اور قرآن" کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر فرمایا ہے۔ جس سے اُن کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ فلسفہ کی غایت تک پہنچ سکنا انسانی شعور کے لئے ناممکن اور قرآنی دعوے کے مطابق خدا کے لئے سہل ترین ممکنات میں ثابت کیا جائے۔

(۳) سید صاحب نے کئی جگہ "انتہائی ماہیت" کی ترکیب استعمال کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا مضمون اس وقت سامنے نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ٭ کہ موصوف نے بھی یہ ترکیب استعمال کی ہے یا نہیں۔ بہرحال یہ ترکیب ہے عجیب و غریب۔ کیونکہ فلسفہ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ لا تشکیک فی الماہیات "ایڈیٹر"

٭ چیزیں ہی ہیں جو عالم آخرت سے تعلق رکھتی ہیں اور سید صاحب کے نزدیک "غیب" سے مراد وہ

انسانی شعور آج تک کسی ایک چیز کی بھی انتہائی ماہیت دریافت نہ کر سکا اور اس میں بھی شک نہیں کہ خدا ضرور جانتا ہوگا۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب کا بنیادی تصور قابل بحث و گفتگو نہیں ہو سکتا۔ شاید اس ہی توقع پر ڈاکٹر صاحب نے پورے اطمینان سے سیر حاصل بحث فرمائی ہے لیکن اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ بیشک خدا ایک ایک ذرہ کی انتہائی حقیقت سے باخبر ہے۔ لیکن قرآن میں جس "علم غیب" کو خدا کی طرف سے منسوب کیا گیا ہے۔ وہ فلسفہ کی غایت سے کوئی بھی نسبت نہیں رکھتا۔ فلسفہ کی اُمنگ ایک دماغی مالیخولیا ہے جس کا نہ کوئی علاج ہے نہ کوئی نتیجہ۔ آپ خود ہی سوچئے کہ اگر ہمارے اس ذوقِ طلب کی تسکین کا سامان ہو جائے کہ اشیاء کی حقائق کیا ہیں؟ تو کیا ہم زندگی کے کسی گوشہ کو نشوونما دے سکنے کی صلاحیت پیدا کر سکیں گے؟ کیا اخلاقی اور معاشی نظامِ زندگی بہتر ہو جائے گا؟ کیا دوزخ کے عذاب سے نجات اور جنت کے عیشِ دوام سے معانقہ کیا جا سکے گا؟ آخر شخصی، قومی اور بین الاقوامی زندگی کا وہ کونسا گوشہ ہے جو ہماری اس جدوجہد سے جگمگا سکے دراصل انتہائی حقیقت کی دریافت ایک مراق ہے۔ ایک حد تک اس ذوق سے انسانی علوم کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اُس کے دماغ کی صیقل ہو سکتی ہے۔ لیکن جب یہ ذوقِ جستجو انتہائی ماہیت دریافت کرنے سے ادھر ٹھہرنے کے لئے تیار ہی نہ ہو تو لا علاج مرض کے سوا کچھ نہیں رہ جاتا خالق ہونے کی حیثیت سے کسی چیز کی انتہائی ماہیت کا علم خدا کے لئے ضروری ہے مگر ہمارے لئے نہیں۔ اس ہی لئے خدا نے کبھی انسان کو الہامی کتابوں اور پیغمبروں کے ذریعہ انتہائی ماہیت کا علم دینا پسند نہ کیا نہ اپنے علم کے بارے میں کوئی ایسا دعویٰ کیا ہے جس کا ثبوت نہ دے دیا گیا ہو چنانچہ جس علمِ غیب کا دعویٰ کیا گیا تھا وہ عالمِ شہادت کے ہر در و دیوار سے نمایاں ہو کر رہا۔ انتہائی ماہیت کو خدا جانتا ہے قرآن اور احادیثِ نبوی میں کہیں اس سے تعرض نہیں کیا گیا

پھر یہ کس طرح فرض کرلیا گیا کہ فلسفہ کی انتہائی ماہیت اور قرآن کا علم غیب ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ غالباً ہمارے ڈاکٹر صاحب کو حسب ذیل آیۃ سے غلط فہمی ہوئی

قُل لَّا یَعْلَمُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ — کہہ دیجیے کہ غیب کو خدا کے سوا کوئی ہستی جو اس زمین و آسمان میں موجود ہو نہیں جانتی

ڈاکٹر صاحب نے غالباً خیال کیا ہوگا کہ ایسی چیز جسے کائنات کی کوئی ہستی نہ جانتی ہو۔ انتہائی ماہیت ہی ہوسکتی ہے ورنہ انسانی شعور و تجربہ کس چیز کا علم نہیں رکھتا۔ حالانکہ اس روشن زندگی کا ہر گوشہ تاریک ہے یہاں ہر عالم شہادت میں ایک عالم غیب مضمر ہے انسان ہر چیز کو جانتا ہے اور کسی چیز کو بھی نہیں جانتا۔ علم و تجربہ کی روشنی میں ہم جو قدم بھی اٹھاتے ہیں اُس کے متعلق بھی نہیں جانتے کہ گہرے غار میں پڑے گا یا پتھر کی چٹان سے ٹکرائے گا پھر بھی اگر شبہات کی گنجائش محسوس کی جا رہی ہو تو حسب ذیل آیات پر غور فرمائیے۔

(۱) قرآن کی ایک آیۃ ہے جسے ڈاکٹر صاحب نے پیش فرمایا تھا

عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِن رَّسُوْلٍ (پ ۲۹ ع ۱۲) — ان دیکھی باتوں کو جاننے والا ہے کسی کو ان دیکھی باتیں نہیں بتاتا مگر جس پیغمبر کو منتخب کرلیا ہو۔

میرا خیال ہے کہ اگر یہ آیت پوری نقل کردی گئی ہوتی تو کم از کم غیب کا انتہائی ماہیت سے متعلق نہ ہونا تو یقینی ثابت ہو جاتا پوری آیۃ ملاحظہ فرمائیے

حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ — یہاں تک کہ جب اس پہلو کو دیکھیں گے جس کا وعدہ کیا گیا تھا تو بہت جلد انھیں علم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں

يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا۔ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا

اور گنتی میں تھوڑے۔ کہہ دیجئے کہ جس بات کا وعدہ کیا گیا ہے وہ نزدیک ہے یا کچھ مدت صرف کرنا پڑے گی۔ میں نہیں جانتا۔ خدا ان دیکھے نتائج کو جانتا ہے کسی کو اُس کی خبر نہیں دیتا مگر جس پیغمبر کو پسند کرتا ہو۔ جب وہ ان دیکھی باتیں بتانے کے لئے کسی پیغمبر کا انتخاب کر لیتا ہے تو اُس کے ذہن و کردار کی نگرانی کرنے والے آگے پیچھے مقرر کر دیئے جاتے ہیں تاکہ اس چیز کا ٹھیک ٹھیک علم ہوتا رہے کہ نشو و نما دینے والے کے احکامات اور پیغامات قوم تک پہنچا دیے گئے یا نہیں اور جو کچھ ان پیغمبروں کے پاس تھا اُس پر پورا پورا عمل کیا گیا یا نہیں۔ اور ہر چیز کی گنتی گن لی گئی یا نہیں۔

اس آیۃ کا ٹھیک ٹھیک مفہوم ذہن نشین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ اس چیز کو بھی یاد رکھیں کہ پیغمبر اسلام نے اپنی پارٹی والوں کے لئے نجات و فلاح کا وعدہ فرمایا تھا اور منکرین کے لئے تاریخی تباہی کا۔ تاکہ بعد از مرگ زندگی میں پیدا ہونے والے نتائج کا بھی اس طرح یقین دلایا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ تاریخی نتائج برآمد ہونے تک چند منزلوں کو طے کرنا پڑتا ہے۔ عجلت پسند منکرین عوام کو بہکانے کے لئے کہا کرتے تھے کہ تم اپنے خدا کو بہت طاقتور بتایا کرتے تھے۔ مگر

آج تک تو تمہارا خدا ہمارا بال بیکا نہ کرسکا آخروہ تباہ کن انقلاب کب آئے گا - جو آپ کے خدا کی قوت کا یقین دلادے - پیغمبر اسلام نے خدا کی طرف سے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم کہ جس فیصلہ کن انقلاب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ جلد ہی آنے والا ہے یا ہنوز کچھ مدت صرف ہوگی۔غیب کی باتیں خدا ہی جانتا ہے، برگزیدہ پیغمبروں کے سوا کسی کو اس طرح کی معلومات فراہم نہیں کی جاتیں اور جب کسی پیغمبر کو نوازا جاتا ہے تو اس پیغمبر کے آگے پیچھے چوکیدار مقرر کردئے جاتے ہیں تاکہ اس چیز کا ٹھیک اندازہ ہوتا رہے کہ نشوونما دینے والے نے جو پیغامات کسی قوم تک پہنچانا چاہے تھے وہ پہنچا دئے گئے یا نہیں اور جو کچھ اسے پروگرام دیا گیا تھا اُس کے ہر جزء پر عمل کیا گیا یا نہیں۔

یہ پہلو سمجھ لینے کے بعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس غیب کا تعلق اشیاء کی انتہائی ماہیت سے ہے دراصل اس کا تعلق فیصلہ کن تاریخی انقلاب سے ہے - جس کے تمام تقاضوں کو پیغمبر خدا کی نگرانی میں انجام دیتا تھا -

دوسری آیۃ ہے

قُلْ لَوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ	اگر میرے قبضہ میں وہ چیز ہوتی جس کے لئے
الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ	تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے
وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا	درمیان فیصلہ ہوچکا ہوتا خدا اپنے قانونی
هُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ	حدود سے گزرنے والوں کو جانتا ہے اور
مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ	اس ہی کے پاس ان دیکھی چیزوں کی کنجیاں
ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ	ہیں جنہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا خشکی
اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ	اور تری کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ

ایسا نہیں گرتا جس کی اسے خبر نہ ہو اور نہ زمین
کی تاریک گہرائیوں میں کوئی دانہ ایسا ہے۔ نہ
کوئی تر و خشک جو اس کے کھلے ہوئے رجسٹر
میں درج نہ ہو۔

تیسری آیۃ ہے

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ
يُبْعَثُوْنَ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا
عَمُوْنَ

کہہ دیجئے کہ ان دیکھی باتوں کو زمین و آسمان
میں کوئی نہیں جانتا خدا کے سوا۔ انسانی
گروہ موت سے زندگی میں تبدیل ہو جانے
کے وقت کا شعور نہیں رکھتا ان کا علم نئی
زندگی کا نقشہ متعین کر سکنے کے بارے میں
تھک چکا بلکہ نئی زندگی کے پیدا ہونے ہی
میں انھیں شک ہے اور سچی بات تو یہ ہے
کہ انھیں نئی زندگی نظر ہی نہیں آتی۔

ان آیات سے بھی آپ کو اندازہ کرنے کا موقع ملا ہوگا کہ جس چیز کا دیکھ سکنے کے لئے منکرین مطالبہ کر رہے ہیں وہ کوئی ایسی چیز ہے جس پر پیغمبر اسلام کے قابو یافتہ ہونے کا شبہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جسے نمایاں کر سکنے کی طاقت قانونِ قدرت کے علاوہ کسی کو نہ تھی پھر یہ بھی بتا دیا گیا کہ ان دیکھے مستقبل کا ہی خدا علم نہیں رکھتا بلکہ تمام کائناتی[1] تغیرات اور گوناگوں حالات کا بھی علم رکھتا ہے اس وسیع ترین کائنات میں کوئی جنبش، رجحان اور تبدیلی ایسی نہیں ہوتی جس سے وہ آشنا نہ ہو یعنی اُس کا علم حال و مستقبل دونوں پر حاوی ہے اس لئے کوئی اخلاقی قانون شکست کرنے

[1] فطرتِ آدم اور علمِ آدم کا عملی ربط اور اس کے تخریبی رجحان کا تعمیری صلاحیتوں کو آگے بڑھا سکنا قرآن کے نزدیک کائناتی غیب (غیب السموات والارض) کا ایک جزو تھا جسے فرشتے بھی نہ جانتے تھے اور اس لئے ہی سرِ نیاز خم کرنے سے پہلے انھیں خدا سے نتائج دریافت کرنا پڑے۔ ابوالنظر رضوی

والا راہِ فرار نہ پا سکے گا۔ لیکن تخریبی پارٹی کب تباہ ہوگی اور تعمیری پارٹی کب زندہ اور طاقتور ہوگی اس چیز کی فیصلہ کن تاریخ کا پتہ چلا لینا یا یہ چیز متعین کر لینا کہ اس کا ہر خد و خال کس قسم کا ہوگا آج تک انسانی علم کے لئے ممکن نہ ہو سکا وہ برابر کوشش کر رہا اور آگے بڑھ رہا ہے مگر ہر مرتبہ اُس کی ریسرچ تھک کر گر جاتی ہے اُس کے دل و دماغ کی چبھن اور بے چینی دور نہیں ہوتی۔ وہ کبھی کہتا ہے ایسا ہوگا کبھی کہتا ہے فلاں نتائج نکلیں گے نتیجہ میں مستقبل تاریک ہی رہتا ہے اور انسانی دل و دماغ اندھے کی طرح ٹٹول کرنے والوں کی طرح -

یہ ہی وہ مقام تھا جہاں انسانیت کے ڈانڈے خداوندی سے الگ ہو جاتے ہیں اور یہ ہی وہ مقام ہے جہاں انسانیت کو رہنمائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اگر کوئی بالاتر دماغ اور بالاتر طاقت اس کائنات میں اپنے علم و شعور سے کام کر رہی ہوگی تو اسے اپنے علم کے ذریعہ انسانیت کو نوازنا، ٹھوکروں سے بچانا اور ٹھیک ٹھیک رہنمائی کرنا چاہئے تاکہ انسانیت اپنی ذہنی تاریکیوں کے باوجود آگے بڑھتی چلی جائے۔ پیغمبر اور خصوصاً تاریخی انقلاب پر پیدا ہونے والے پیغمبر۔ خدا کی طرف سے اُس کی نگرانی میں اُس کے علم و شعور کے ذریعہ رہنمائی کرتے رہے ہیں۔

اگرچہ انھیں کوئی علم نہیں ہوتا، ہر دوسرے انسان کی طرح کہ تاریخی مستقبل کو کس سانچہ میں ڈھالا جائے گا مگر چونکہ بالاتر دماغ سب کچھ جانتا ہے اس لئے ہر ہر قدم پر رہنمائی دیتا۔ اور قریب ترین راستہ سے انسانیت کو اس جگہ کھڑا کر دیتا ہے جو نہ صرف اس کی نفع اندوزیوں کے لئے موزوں تھی بلکہ خدا کی طاقت اور اس کے تاریخی قانون کے ناقابل تبدیل ہونے کا کبھی ثبوت ہے جیسے بارہا الہامی کتابوں میں دوہرایا جا چکا اور جس کے مختلف گوشوں تک انسان کا نظریہ تاریخ پہونچتا جا رہا ہے۔

اگر خدا اس علمِ غیب کو نہ جانتا ہو اور اس غیب کے لئے کوئی رہنمائی نہ دے سکے تو کیا

آپ محسوس کر سکتے ہیں کہ وہ علم غیب جو نہ ہمیں براہِ راست رہنمائی دے سکے، نہ نقشے متعین کر سکے، نہ مستقبل کے نتائج اور عبوری دور کے مشکلات کو سنبھال سکنے میں امداد کر سکتا ہو ہماری معاشی زندگی میں کوئی ایسی رہنمائی دے سکتا ہے جس کی تشنگی ہر قدم پر محسوس ہو رہی تھی۔ اگر خدا ہر چیز کی انتہائی ماہیت جانتا ہے اور اگر اُسے اس تاریخ اور اس وقت کا بھی علم ہے جبکہ یہ مادی کائنات تباہ ہو جائے گی اور یہ بھی جانتا ہے کہ کچھ تبدیلیوں کے ساتھ نئی کائنات کب پیدا ہوگی؟ تو کیا یہ سب کچھ ہماری معاشرتی، اقتصادی، سیاسی مشکلات اور تاریکیوں میں کچھ بھی مفید ہو سکتا ہے۔ بعد از مرگ زندگی کی یاد کیوں تازہ کرائی جاتی ہے تاکہ عمل و نتیجہ کا وہ ذہن جو انفرادی زندگی کے حدود میں مضمحل ہو جاتا تھا تازہ تر ہو کر انسانی صلاحیتوں کو نمایاں کر سکے لیکن جس عمل و نتیجہ کو قیامت اور دوزخ و جنت کے ذریعہ ناقابلِ انکار سچائی بتایا جاتا ہے۔ اس ہی سچائی کو مادی کائنات اور بین الاقوامی زندگی میں ٹھوس واقعہ بن سکنے کے قابل کہنے میں کیوں جھجک محسوس ہوتی ہے۔ اگر علم غیب سے مدعا عمل و نتیجہ کی کائناتوں کا علم ہے تو کروڑوں سال تک رہنے والی مادی کائنات کے تاریخی نتائج کو خدا کے علم غیب سے کیوں خارج کر دیا جائے۔ مجھے حیرت ہے کہ ایک مسلمان کو یہ کہنے میں بڑی مسرت ہوتی ہے کہ خدا ہر ہر ذرّہ کا علم رکھتا ہے مگر یہ کہنے کی جرأت بھی نہیں ہوتی کہ انسانی تاریخ کا ہر مستقبل اُس کے علم میں ہے۔ وہ عرب قوم کے مستقبل کو بھی جانتا تھا اور بین الاقوامی تاریخ کے نشیب و فراز کو بھی جانتا ہے اور اس ہی لئے جس طرح وحی کا ذریعہ علم عربوں کا مستقبل سنوار سکا ایسے ہی اُس کا گہرا مطالعہ آج بھی قوموں کا مستقبل سنوارنے، تاریخی نتائج بتانے اور رہنمائی کر سکنے کی صلاحیت رکھتا ہے ذرا کی گرفت کائناتی انقلاب پر ہی نہیں تاریخی قوتوں پر بھی ہے۔ کائنات اور تاریخی قوت صرف حق در آغوش ہیں پیدا کئے گئے ہیں۔ اُن کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ قوموں کی رگ رگ سے باطل کو اجتماعی طور پر غلبہ دے سکیں۔ ہم مایوسانہ

ذہن کے شکار ہو چکے۔ ہمارے نزدیک حق پر باطل برابر غالب آتا چلا جارہا ہے حالانکہ قرآن نے بتایا تھا کہ مایوس ہونے والے دراصل انکار کرنے والوں کی پارٹی میں شامل ہیں۔ ہم کیوں مایوس ہوتے جارہے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک تاریخی قوتیں خدا کی مرضی کے خلاف کام کر رہی ہیں۔ خدا نے اپنی طاقتوں کی نمائش کے لئے آخرت کو منتخب کر لیا اور شیطان نے معاشی زندگی کو۔ خدا کا دعویٰ تھا کہ کائنات میں ایک ہی طاقت ایک ہی قانون سے کام کر رہی ہے اور اُس کا نتیجہ حق کو پائندہ تر کرتے چلے جانے کے سوا کچھ نہیں۔ حالانکہ ہمارے نزدیک مشاہدات اس کے خلاف ہیں اس کا مطلب کیا ہوا؟ غیب جاننے والا خدا تاریخی قوتوں کے نتائج، حق و باطل کے فیصلہ کُن انقلابات اور نئی نئی ساختوں سے باخبر نہ تھا اسی لئے ہمیں کوئی ایسا نقشہ اور پروگرام نہ بتا سکا جو آغاز کار کی چند سالہ زندگی سے ایک قدم بھی آگے بڑھ سکتا۔ کیا یہ خدا اور اس کے ذریعۂ علم کی توہین نہیں کیا زندگی کو نشو ونما دینے والی طاقتوں پر گرفت رکھنے والے خدا کے لئے صرف یہی چیز باعث فخر ہو سکتی ہے کہ وہ انتہائی ماہیت جانتا ہے۔ یا نشو ونما دے سکنے کا ایک ایسا پروگرام بتا سکنا ہی زندہ فخر کہا جا سکتا ہے جو ازلی اور ابدی ہو اور جسے انسانی دماغ کی کوئی تقدیری اور کوئی جدید جدید تاریخی زندگی میں شکست نہ دے سکتی ہو۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ غیب کی تعریف میں کائناتی انقلاب اور اس سے پیدا ہونے والی زندگی بھی آتی ہے۔ لیکن تاریخی انقلابات سے پیدا ہوتے والی زندگیوں کو بھی اُس سے باہر نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح کائناتی انقلاب کا مستقبل انسانی دماغ کی گرفت میں نہیں آسکا۔ ایسے ہی تاریخی انقلابات کا متعین نقشہ بھی انسانی علم آج تک دریافت نہ کر سکا ہمیں زندگی کا مکمل تصور سمجھ سکنے اور بہترین معاشی ارتقا کر سکنے کے لئے جہاں کائناتی انقلاب کے نتائج معلوم ہونا چاہئیں وہیں تاریخی انقلاب کے نتائج بھی ٹھیک ٹھیک ہمارے علم میں ہونا چاہئیں تاکہ ہم دوسری پارٹیوں کا مقام بھی معلوم کر سکیں اور اپنے لئے راہِ عمل بھی۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے

اور غیب سے صرف انتہائی ماہیت یا بقول دیگر مفسرین کے دوزخ، جنت وغیرہ کی تفصیلات ہی مراد ہیں تو پھر سوچنا ہی پڑے گا کہ ہمیں کیا رہنمائی مل سکی۔ شاید آپ کا خیال ہو کہ ہم دلائل سے مطمئن کر سکیں یا نہ کر سکیں۔ لیکن شعوری اضمحلال سے متاثر ہو کر قرآنی دعوے کو کیونکر بدل سکتے ہیں۔

خدا کے لئے ایسی غلط فہمی میں نہ رہیے۔ قرآن کے تیس پاروں میں سے کہیں بھی آپ غیب کے تصور کی وہ تفسیر نہ پا سکیں گے جس کے لئے ہم "مجبوروں" پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ بدقسمتی سے غیب اور عملی زندگی کے باہمی ربط، اس کی ضرورت، اس کی نفع بخشی اور اس کے بنیادی تصور پر آج تک غور ہی نہیں کیا گیا۔ فکری رجحانات، تقاضائے دور سے نہ کبھی نکل سکے نہ نکل سکیں گے اور شاید اس ہی لئے علماً اپنے آپ کو اس ذہنی تضاد سے نہ نکال سکے جس نے انھیں دو مستقل پارٹیوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک پیغمبر اسلام کے علم غیب کی قائل تھی اور ایک تھوڑے سے اور کبھی کبھی ہو سکنے والے علم غیب کی موید۔ اگر علم غیب کا بنیادی تصور صاف کر لیا جاتا تو صدیوں تک مناظرہ بازی میں ذہنی اور عملی قوتیں ضائع نہ ہو سکتیں قرآن نے غیب[1] کو کبھی ذہنی یا روحانی حقائق کے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ ہر جگہ اُن حالات اور واقعات کو غیب سے تعبیر کیا گیا جن کا تعین زبردست خواہش کے باوجود انسانی دماغ نہ کر سکتا ہو۔ مثلاً موت کہاں واقع ہوگی؟ بارش کب ہوگی؟ انقلاب کب آئے گا نطفہ کی تشکیل کس صنعت کو پیدا کرے گی وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ انسانیت اپنے مفاد اور اپنے ارتقاء کے لئے علم غیب کی محتاج تھی۔ اگر نگاہوں سے اوجھل رہنے والے حالات و خیالات اور پیدا ہونے

---

[1] وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ (آل عمران) والی آیت میں بھی مستقبل کے دو پہلوؤں ہی کو غیب کہا گیا ہے۔ ایک تاخیری مواقع کا نفع بخش ہونے کے بجائے زیادہ سے زیادہ تباہ کن ہوتے جانا اور دوسرے پارٹی کو مستقبل میں موقع پرستوں اور منافقوں سے پاک کر دینے کا اعلان۔ جس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ مگر صاف پارٹی بنانے کے امکانات نظر نہ آتے تھے۔ ابو النظر رضوی

والے مستقبل کے بارے میں اُسے کچھ نہ معلوم ہو تو وہ کوئی روشن راہ اختیار ہی نہیں کر سکتا۔ اُسے کیا خبر کہ پہلے ہی قدم پر ٹھوکر لگے گی یا نہیں۔ لیکن اگر اسے غیب کا علم ہو تو اس کی منفعت اندوزیوں کی کوئی حد نہیں رہ سکتی جسے ہر پہلو کا نفع، نقصان پہلے سے معلوم ہو اُس کا کون مقابلہ کر سکتا ہے پیغمبر اسلام نے اس ہی لئے فرمایا تھا کہ

لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ۔ — اگر میں غیب کا علم جانتا تو بہت کچھ منافع حاصل کر لیتا اور مجھے بگاڑنے والے پہلو چھو بھی نہ سکتے ۔

"غیب" کوئی ذہنی تصور، بے دلیل دعویٰ، اور جذباتی عقیدہ نہیں۔ بلکہ مادی زندگی کا ایک تقاضا ہے۔ انسانی دل کی ایک آواز ہے اور معاشی ارتقار کی سب سے پہلی ضرورت ۔ اس ہی لئے جب تک کسی پارٹی کو اپنی لیڈر شپ پر یہ اعتقاد نہ ہو کہ وہ اس کی مانگوں کو پورا کر سکنے کا راستہ جانتی ہے اور اس مطالبہ کے لئے جتنے علم غیب کی ضرورت ہے اُس سے محروم نہیں اُس وقت تک کوئی پارٹی کسی شخص کو اپنا قائد اعظم نہیں تسلیم کر سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ سمجھنے والوں اور یقین کرنے والوں نے غلطی کی ہو مگر اس چیز کا یقین پہلے ہی مرحلہ پر کئے بغیر چارہ نہیں۔

علم غیب کی کسوٹی تاریخی نتائج ہیں۔ اگر رہنمائی نے ٹھیک وہی نتائج پیدا کئے جن کا قیادت عظمیٰ کی طرف سے دعویٰ کیا گیا تھا تو یقیناً قوم کا اعتماد درست تھا ورنہ اُس لیڈرشپ کو بہت جلد اپنی موت مرنا پڑے گا۔

پیغمبرانہ نظام اصلاح و ترقی کا جہاں تک تعلق ہے۔ ان کمزوریوں میں سے ایک بھی نہ ہوتی تھی۔ نہ عوام اپنی دماغی کمزوریوں کے سہارے کسی کو لیڈر منتخب کرتے تھے نہ انسانی شعور و تجربہ کی کمزوریاں، لیڈر شپ کو نئے سے نئے "بھول بھلیوں" میں پھانس کر تماشہ دیکھ سکتی تھیں۔ لیڈر

شپ کا انتخاب بھی شخصی استعدادات کے لحاظ سے خدا کرتا تھا اور جتنے علم غیب کی ضرورت ہوتی تھی خواہ اس کا تعلق شعور سے ہو یا ٹھوس واقعات و نتائج سے اُسے بھی خدا وحی والہام یا معراج سے پیغمبروں کو دیتا رہتا تھا۔ غیب کے جتنے پہلو وقتی اور مقامی ہوتے تھے، وہ احادیثِ قدسی، قلبی الہامات وغیرہ سے بتا دیئے جاتے تھے اور جو پہلو اپنی جامعیت کے نقطۂ نظر سے وقتی اور مقامی مسائل کو بھی حل کر سکتے تھے اور ابدی قوانین کی ترجمانی بھی اُنھیں "وحی متلو" کا جزو بنا دیا جاتا۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی اپنے اپنے زمانہ میں تاریخی حالات اور معاشی نظریات کے درمیان یہ اندازہ کر سکیں کہ ہم کدھر جا رہے ہیں اور کدھر جانا چاہیئے۔ ہمارے معاشی اور اخلاقی نظام میں کون سی کمزوریاں ہیں اور اُن میں سے کونسی کمزوری کو آئینی طور پر اور کونسی کمزوری کو انقلابی جدوجہد سے مٹا دینا چاہیئے۔ کائناتی قوانین اور تاریخی قوتیں زندگی کی ایک ہی مثنوی کے دو ٹکڑے ہیں۔ تاریخی قوت کائناتی رجحان کے خلاف کوئی حرکت نہیں کر سکتی۔ اگر کائنات کی پیدائش "حق" ہی کے لئے ہوئی ہو تو تاریخ کو بھی "تخلیق بالحق" ہی کرنا پڑے گی۔ جو پارٹی کائناتی غایت کی طرف نہیں لے جا رہی۔ اُسے نشوونما کی محدود اور مقررہ ڈگریوں تک نشوونما پا کر ختم ہی ہونا پڑے گا اور یہ نشوونما بھی اس ہی وقت ممکن ہے۔ جبکہ کائناتی غایت کے چند پہلوؤں کی نمائش اس ناقص پروگرام کے ذریعہ ہو سکتی ہو۔ ورنہ تاریخی فتح کا ایک قدم اٹھا سکنا بھی تمام بین الاقوامی انسانیت کے لئے ناممکن رہے گا۔ اس لئے وحی کے ذریعہ علم نے کائناتی اور تاریخی قوانین کی جو سمت متعین کردی ہو نہ اُس کے موافق جدوجہد کرنے والی پارٹی کو کوئی طاقت کامیاب ہونے سے روک سکتی ہے۔ نہ خلاف کرنے والوں کی تباہی کو دور کر سکتی ہے۔ اگر انسانیت کو مذکورہ بالا پہلوؤں کے تمام گوشے کسی کتاب سے معلوم ہو سکتے ہیں تو اس کتاب کے سوا کوئی کتاب "کتاب مبین" نہیں ہو سکتی۔ جو کتاب غیب کے پردے اٹھا دے، جو کائنات اور تاریخ کے رازہائے درون پردہ

کو بے نقاب کردے اور جو مستقبل پر سرچ لائٹ ڈال سکتی ہو وہ ہی کتاب اس قابل ہے کہ ہم اُسے ہمیشہ کے لئے ایک مستقل ہدایت نامہ تسلیم کرلیں۔ لیکن پھر بھی ظاہر ہے کہ نہ تاریخ کے نقشے معمولی معمولی جزئیات میں بھی ایک ہی سانچہ پر ڈہلا کرتے ہیں، نہ انسانی شعور و تجربہ ہی ہنوز تمام نئی نئی ختوں سے پوری طرح باخبر ہوسکا۔ اس لئے جو پارٹی اپنے دل و دماغ کو قرآن کی لیڈرشپ میں دینے کے لئے تیار ہوگئی ہوا سے اَن دیکھے نتائج کا انتظار کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی "ابتغاء تاویل" مفاد پرستوں کی راہ ہے۔ جب بنیادی تصور اور پروگرام کے سچے ہونے پر یقین ہو تو عمل میں مفاد پرستیوں کو رکاوٹ کا حق نہ دینا چاہیے بلکہ

یؤمنون بالغیب یقین کرتے ہیں ان دیکھے نتائج پر

کی پارٹی میں شامل ہونا پڑے گا۔ تاکہ ذوقِ یقین ہر وہ ممکن سہارا دے سکے جس کی ہمیں ضرورت تھی کوئی شک نہیں کہ یقین کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا پہلے ہی لمحہ میں آخری منازل تک پہنچ جانا ضروری ہے۔ یقین بھی ایک پودے کی طرح نشوونما پاتا، پھول کی طرح کھلتا، صبح کی طرح پھیلتا اور بادل کی طرح امنڈتا چلا جاتا ہے۔ مگر یقین کا نشوونما، زندگی کی اُن ہی بنیادوں پر کھڑا رہنے سے ہوسکتا ہے جو ہر طلوع و غروب پر نئی زندگی دے سکیں، ہر قدم پر آگے بڑھا سکیں اور ہر جد و جہد کو کامیاب سے کامیاب تر کرتے رہنے کے قابل ہوں۔ پیغمبروں کی رہنمائی اور ان کے ذریعہ علم کی تاریخی موزونیت اتنی بہترین ہوتی تھی کہ نتائج کا کوئی نقشہ بے رنگ نہیں رہ سکتا تھا۔ لیکن آج ہماری جد و جہد قرآنی دعوت کو کامیاب بنانے میں پیغمبرانہ فتح و کامرانی کو نہیں دہرا سکتی۔ اس کے یہ معنے نہ سمجھ لینا چاہئیں کہ شکست خوردہ ذہن کی نمائش کا نیا راستہ تلاش کیا جارہا ہے۔ اگر بلند انسانی دماغ سے ہم آج بھی قرآن کو سمجھنے اور اپنی راہِ عمل متعین کرنے کی کوشش کریں تو کم از کم دوسری پارٹیوں سے زیادہ کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اگر اتنا بھی نہ ہوسکے تو کون کہہ سکے گا کہ

فتح ونصرت، غلبہ واقتدار اور امن وعیش کی زندگی خرید سکنے کے لئے اسلام اُس " اخلاقی وعظ "
سے بلند تر مقام رکھتا ہے جسے انسان پیدائشی طور پر جانتا تھا اور جسے قرآن نے

هدينٰه النجدين ہم نے دونوں اُبھرے ہوئے راستے دکھائے

سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو خدا کے عالم الغیب ہونے کی شہادت میں پیش کی
جاسکتی، جس کی غیب دانیوں کے سہارے قوموں کے مسائل سلجھائے جاسکتے اور ان کا مستقبل
خوشگوار بنایا جاسکتا ہے۔ مگر کسی نظامِ زندگی کو مخصوص نقشہ اور مخصوص حالات پر ٹھیک
ٹھیک چسپاں کر سکنے کے لئے تمدنی علوم سے جتنا باخبر ہونے کی ضرورت ہے وہ ابھی تک انسانیت
کے لئے ممکن نہ ہو سکا۔ پیغمبر حالات کے مطابق ٹھیک ٹھیک راہ متعین کر سکنے میں بھی بالاتر دماغ
کے تابع ہوتے، تھے اس لئے ان کے دماغ پر وہ دباؤ نہیں پڑ سکتا تھا۔ جو انسانی دل ودماغ
کے لئے طے کر دیا گیا۔ ہمیں تاریخی حالات، رجحانات کی سمت، متضاد پہلوؤں کا علم، قوموں کے ذہن
اور کردار وغیرہ سب کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک ایک قدم اٹھانا پڑے گا تاکہ تعمیر میں کوئی " صورت
خرابی " کی نہ پیدا ہو جائے۔

شاید آپ کو میرے اس خیال سے اتفاق نہ ہو کہ خود قرآن ہی خدا کے عالم غیب ہونے
کی مکمل شہادت دے سکتا ہے۔ لیکن اگر آپ نئے طرز فکر کے سایہ میں قرآن کے ان احکامات
پر غور کریں گے۔ جو طرح طرح کے حالات میں نتائج کا چیلنج کرتے ہوئے تیس ۲۳ سال تک دئے جاتے
رہے تو آپ کو تسلیم ہی کرنا پڑے گا کہ میرا نظریہ مالیخولیائی نظریہ نہ تھا۔ بلکہ اگر آپ ان تاریخی
ساختوں اور ان احکامات کو جو عرب قوم ہی کے لئے مخصوص تھے۔ بین الاقوامی تاریخ اور اس
کے حالات پر چسپاں کر کے جدید ترین معاشی سوالات کا حل دریافت کرنے کی کوشش کریں گے
تو آپ کو حیرت ہوگی کہ وہی آیات نہ صرف کائناتی قوانین، تاریخی نتائج، انقلاب کے تقاضے

پارٹیوں کے نفسیاتی رجحانات، موقعہ پرستوں کے ذہن وکردار اور عبوری دور کو حسن کاریوں سے گذارنے، قومی و بین الاقوامی مسائل کو حل کرنے اور جاگیرداری نظام سے لے کر سرمایہ داری اور سرمایہ داری سے لیکر اشتراکیت کی گتھیوں کو سلجھانے کا فرض انجام دے رہی ہیں - بلکہ وہ ہی آیات اس قابل بھی ہیں کہ اشتراکی تصور اور اس کے نظام زندگی پر علمی تنقید کرسکیں چونکہ میں اس موضوع پر اپنی آخری تصنیف "اسلام اور اس کا نظام ارتقار" کے صفحات میں سیرحاصل بحث کررہا ہوں اس لئے یہاں طویل ترین بحثوں میں نہیں الجھنا چاہتا -

مقصد صرف اس چیز پر روشنی ڈالنا ہے کہ غیب کا یہ تصور کہ فرشتے، جنات، قیامت اور دوزخ وجنت ہی کی تفصیلات غیب میں داخل ہیں - یا بقول ڈاکٹر صاحب کے "عالم شہادت کی انتہائی حقیقت کو اس غیب کے دائرہ میں لانا جسے قرآن کی زبان میں غیب قرار دیا جاتا ہے" درست نہیں - خدا کے لئے یہ فخر کہ وہ انتہائی ماہیت کو جانتا ہے، چاہے قرآن نے اس پر معمولی سی روشنی بھی نہ ڈالی ہو کوئی ایسا فخر نہیں ہے کہ انسانی دماغ کو سجدہ کرا سکے - اگر قرآن، فلسفہ کی غایت تک پہونچنے کا مدعی ہے تو اسے اشیار کے وہ انتہائی حقائق وانکشاف کرنا چاہئیں - جنہیں کوئی فلسفی نہ دریافت کرسکا تھا - تاکہ فلسفیانہ دماغ کے غرور کو شکست کیاجا سکے لیکن واقعہ یہ ہے کہ فلسفہ اور مذہب کی غایت ہی جداجدا ہے پورا قرآن شہادت دے سکتا ہے کہ وحی والہام کا موضوع، کبھی بھی کسی چیز کی ابتدائی یا انتہائی ماہیت دریافت کرنا نہیں رہا - مذاہب کا کام ایجاد، تخلیق اور انقلاب ہے اور فلسفہ کا کام انسانی دماغ کو سب سے بڑی علامت استفہام بنادینا اور اصلی حقیقت معلوم کرسکنے کے لئے ذوق جستجو کو ابھارنا جس کی تکمیل سے بھی کوئی عملی نتیجہ نہ مرتب ہوسکتا ہو -

ہاں علمار کا یہ تصور بنیادی طور پر ضرور درست ہے کہ وہ کائناتیں اور وہ قوتیں جو ہمارے

علم واطلاع سے باہر ہیں۔ خدا کے علم سے باہر نہیں ہو سکتیں۔ مجھے اس سلسلہ میں صرف اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ علماء اپنے تصور کو ذرا اور وسیع کرتے ہوئے تاریخی مستقبل کو بھی شامل کرلیں تاکہ ہم قرآن ہی کی آیات سے کائنات بنانے والے کو کائناتی قوانین، تاریخی ساختوں اور عمل ونتیجہ کے پورے نظام سے باخبر ثابت کرنے کے قابل ہوسکیں۔ کسی ایسے غیب کا دعویٰ جس کا کوئی ثبوت نہیں دیا جاسکتا ممکن ہے کسی طرزِ فکر میں قبول کیا جاسکا ہو لیکن ہمارے تاریخی زمانہ میں کوئی جگہ نہ بنا سکے گا۔

من ارتضی من الرسول   جس پیغمبر کو منتخب کرلیا گیا ہو۔

کی تصریح کے مطابق مخصوص پیغمبروں ہی کو جو علم دیا جاتا ہو۔ وہ فرشتوں، جنات اور دوزخ و جنت کا علم نہیں ہوسکتا۔ اس کا علم تو ہر صوفی کو بھی ہوتا ہے۔ کوئی پیغمبر اس علم سے کیوں کر خالی ہوسکتا تھا۔ دراصل جو عظیم ترین پیغمبر قوموں کی قسمت پلٹنے، انھیں نئے انقلاب سے روشناس کرانے آیا کرتے تھے اُن ہی کو قومی حدود تک ضرورت کے مطابق رفتہ رفتہ علم غیب دیا جاتا رہتا تھا۔ پیغمبر اسلام چونکہ قومی اور بین الاقوامی انسانیت دونوں طرح کی پیغمبری کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ اس لئے انھیں عربی قوم اور بین الاقوامی انسانیت دونوں کے تاریخی مستقبل کا علم دیا گیا اور اُس علمِ غیب کو قرآن کے اوراق میں سربمہر کرکے ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا گیا۔ اگر کوئی شخص وحی کے ذریعۂ علم سے یہ اندازہ کرنا چاہتا ہو کہ رہنمائی دینے والا خدا کائناتی قوانین، ربوبیت و پروردگاری کے ضابطوں، تعمیری اور تخریبی قوتوں کے تصادم اور اُن کے کائناتی یا تاریخی نتائج کا کہاں تک علم رکھتا ہے اور کیا اس علم و اطلاع کی وسعت اور ہمہ گیری انسانی جدوجہد کی رہنمائی کرسکتی ہے اور اس حد تک کہ بغیر اُس رہنمائی کے زندگی کی تاریکیوں کو مٹایا ہی نہ جاسکتا ہو تو تنہا قرآن کے مطالعہ سے اندازہ کرسکتا ہے۔ قرآن کے ذریعۂ علم میں کوئی تشنگی ایسی باقی نہیں رہ گئی تھی جسے دور کرنے کے لئے ہمیں دوسرے سہارے تلاش کرنا پڑیں۔ قرآن کا سب سے بڑا معجزہ یہی ہے کہ جس تاریخی